ڈاکٹر محمد ریاض ایم۔اے۔پی ایچ۔ڈی (تہران)

شیخ روزبہان بقلی شیرازیؒ

شیخ صدرالدین، جمال الاسلام، ابو محمد روزبہان[1] بقلی[2] دیلمی[3] فسائی شیرازی ایک نامور صوفی، مصنف اور شاعر تھے۔ آپ ۵۲۲ ہجری میں شیراز میں پیدا ہوئے۔ مولد قصبہ "فسا" ہے۔ ۱۵ محرم الحرام ۶۰۶ھ کو شیخ شیراز میں فوت ہوئے۔ مزار شیراز کے مشرقی حصے "لطف علی خاں زند روڈ" کے کنارے واقع ہے۔ اس مقام کو اب "درب شیخ" (شیخ کا گیٹ) کہتے ہیں۔

شیخ روزبہان اپنے عہد کے ایک نامور عالم اور صوفی تھے۔ آپ کی شہرت کا راز اس بات میں ہے کہ آپ نے عرفان اور فلسفے کو ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی ہے۔ آپ حافظ قرآن اور فقہی مسلک کے اعتبار سے شافعی تھے۔ شیخ کی کرامات اور خوارق مشہور ہیں۔ مگر ان کی "شطحیات" یا "شرح شطحیات" نے زیادہ تر لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف کھینچا ہے۔

"شطحیات" کیا ہیں؟

"شطحیات" (مفرد شطح)، صوفیا کی پریشان و آشفتہ گفتاری کو کہتے ہیں۔ اکثر ان شطحیات کے باطنی معانی بڑے دقیق اور دور رس ہوتے ہیں۔ مگر ظاہراً یہ شرع سے متصادم ہوتی ہیں۔ بے شک شعرا بھی "تعلّیاں" کرتے ہیں، مگر ان کی کیفیت دوسری ہوتی ہے۔ مگر صوفیا کی شطحیات از روئے شریعت قابل اعتراض ہوتی ہیں۔ صوفیا نہ روایات میں کئی بزرگوں سے شطحیات منسوب ہیں: شیخ ابراہیم بن ادہم (م ۱۶۲ھ)، رابعہ عدویہ (قرن دوم ھ) بایزید بسطامی (م تقریباً ۲۶۱ھ گوئندہ سبحان ما اعظم شانی وغیرہ) اور شیخ حسین بن منصور حلاج بیضاوی (متوفی (م ۳۰۹ھ) کے شاطحانہ اقوال کتب تصوف میں مندرج ہیں۔ حسین منصور اپنے ادعائے "انا الحق" کی بنا پر ہی قتل کر دیے گئے تھے۔ لسان المیزان (جلد ۱ صفحہ ۳۲) میں احمد بن ہلال حسانی دمشقی حنبلی (م ۱۹ شوال ۸۲۸ھ) کی "شطحیات گوئی" کی بنا پر تکفیر کی گئی ہے۔ محمد بن عبد الجبار بن حسن نفری (م ۳۵۴ھ) نے "المواقف والمخاطبات" میں خدائے تعالیٰ سے گفتگو کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔ ابو الحریف ابو العباس احمد بن محمد بن موسیٰ منہاجی (م ۵۲۶ھ) نے "محاسن المجالس" میں شطحیات کو فلسفیانہ طریقے سے منظوم کیا ہے (طبع پیرس ۱۹۳۲ء مع ترجمہ فرانسیسی)

نثر میں فلسفیانہ مطالب کی حامل شطحیات عبدالرحمٰن بدوی نے لکھی ہیں (طبع قاہرہ ۱۹۴۹ء)۔ شیخ عین القضاۃ ہمدانی (م ۵۲۵ھ) اور سعدالدین محمد حمویہ حموی (م ۶۵۰ھ) نے بھی شاطحانہ گفتگو کی ہے۔ مگر شیخ روزبہان بقلی ان سے دو قدم آگے ہیں۔ شیخ کی شطحیات ان کے رسالوں رسالۃ القدس، کتاب الانوار، عبہر العاشقین، شرح شطحیات اور تفسیر عرفانی ' عرائس البیان فی حقائق القرآن ' میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ اسی خصوصی تعلق کی بنا پر شیخ روزبہاں کو "شطّاح" (بہت زیادہ لاابالیانہ بات کرنے والا) کہا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں شیخ کی شطحیات کے مختصر نمونے نقل کیے جاتے ہیں: "میں نے ستّر بار خدائے تعالیٰ سے گفتگو کی ہے . . . . ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا علیہم السلام کے انہار قلوب میں جو آب صافی جاری و ساری تھا، آج کے دن روزبہاں کے دل کی جوئبار میں رواں دواں ہے مگر کوئی نہیں جو اس میں سے ایک جام شربت ہی پی لے . . . . سمعت من خلق صبح الازل حقائق العلوم فصرت عالماً ربانیاً شطّاحاً سبحاناً عارفاً صمدانیاً . . . . حق مرا در کنف خود برد و جامۂ عبودیت از بر من کشید و لباس حریت در من پوشانید و گفت: صرت عاشقاً وامقاً حرّاً شطّاحاً . . . . الخ"

احوال و آثار

شیخ نے ۵۴۵ سے ۵۵۱ھ کا عرصہ جنگلوں اور بیابانوں میں کاٹا، اور انواع و اقسام کی ریاضیات شاقہ کیں۔ اس دوران میں عالم سکر سے صحو کی طرف رجوع کرنے کے بعد آپ شیراز آ گئے۔ وہاں ایک رباط تعمیر کی۔ پند و نصیحت دیتے اور تبلیغ اسلام فرماتے رہے۔ سلسلۂ فقر میں آپ کے دو خرقے تھے۔ پہلا حضرت اویس بن عامر قرنی (م ۳۷ھ) اور دوسرا حضرت خواجہ حسن بصری (م ۱۱۰ھ) کے توسط سے حضرت علی کرّم اللہ وجہہ سے جا ملتا ہے۔ آپ کو عموماً "اویسی" کہا جاتا رہا ہے۔

شیخ روزبہاں ایسے صوفیہ میں سے ہیں جو عشق مجازی کے ذریعے عشق حقیقی تک پہنچے ہیں۔ صاحب "مجالس العشاق" نے اکثر صوفیا اور بزرگوں کی سنجیدہ باتوں کو بھی عاشقانہ رنگ میں پیش کیا ہے۔ شیخ کا ذکر بھی اسی انداز میں کیا گیا اور ایک دلچسپ بات اس طرح بیان کی ہے: "شیخ روزبہان وعظ کرنے آئے ان کے محضرِ وعظ میں مستورات بھی موجود تھیں۔ ایک عورت اپنی بیٹی کو نصیحت کر رہی تھی، "بیٹی اپنے حسن کو کسی پر ظاہر مت کرو۔ اس سے حسن خوار اور رسوا ہو جاتا ہے۔" شیخ نے یہ بات سن لی اور فرمایا: "حسن کو

تنہا اور منفرد رہنے میں خوشی نہیں ہوتی۔ حسن و عشق نے عہد ازل میں یہ پیمان باندھا ہے کہ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے"۔ اور شیخ کی اس بات سے صاحبانِ دل پر وجد طاری ہو گیا۔ ایک مغنیّہ اور شیخ کا عشق خاصا مشہور رہا ہے۔ شیخ محی الدین ابن عربی (م ۶۳۸ھ) اپنی تالیف "الفتوحات المکیّہ" کے باب ۱۷۷ میں اس واقعہ کو یوں شروع کرتے ہیں: "حکی عن الشیخ روزبهان انه کان قد ابتلی بحب امرأۃ مغنیۃ وھام فیھا وجداً و کان کثیر الزعقات ..... الخ"۔ شیخ فخر الدین عراقی ہمدانی (م ۶۸۸ھ) جو خود ایک سوختہ دل عاشق تھے، اس واقعہ کا یوں ذکر کرتے ہیں:

پیرِ شیراز شیخ روزبہاں　　آں بصدق و صفا فرید جہاں
اولیا را نگینِ خاتم بود　　علمِ جان و جانِ عالم بود
شاہِ عشاق و عارفاں بود او　　سرورِ جملۂ واصلاں بود او
چوں بایوانِ عاشقی بر شد　　روز بہ بود و، روز بہ تر شد

اور مولانا جلال الدین رومی بلخی (م ۶۷۲ھ) کہتے ہیں:

عاشقی گرزیں سرو گرزاں سراست　　عاقبت ما را بداں شہ رہبر است

اپنے معاصر اکابرِ علم و تقویٰ کے ساتھ شیخ کے بڑے اچھے مراسم تھے۔ روزبہاں نے شیخ ضیاء الدین ابو النجیب عبد القادر بن عبد اللہ سہروردی (م ۵۶۳ھ)، ان کے خواہر زادہ اور صاحب عوارف المعارف شیخ شہاب الدین سہروردی (م ۶۳۲ھ)، شیخ نجم الدین کبریٰ (م ۶۱۶ھ)، شیخ علی لالا غزنوی (م ۶۴۳ھ) اور محی الدین ابن عربی سے ملاقات کی ہے۔ امام فخر الدین رازی (م ۶۰۶ھ) سے شیخ کی کسی ملاقات کا ذکر تو نہیں ملتا ہاں امام نے شیخ کی تصانیف کی تعریف کی ہے۔ شیخ روزبہاں نے عراق، کرمان، شام، حجاز اور اسکندریہ کا سفر کیا ہے۔ ان کے شرح احوال و کرامات پر فارسی میں دو رسالے لکھے گئے ہیں اور راقم الحروف ان ہی سے مستفید ہو کر یہ مضمون قلم بند کر رہا ہے۔ یہ رسالے مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ تحفۃ اہل العرفان فی ذکر سید الاقطاب الشیخ روزبہان مؤلفہ شیخ شرف الدین بن صدر الدین روزبہان ثانی۔ سال تالیف تقریباً ۷۰۰ھ ہے۔ ۲۔ روح الجنان فی سیرۃ الشیخ روزبہان از شمس الدین عبد اللطیف بن صدر الدین ابی محمد روزبہان ثانی مؤلفہ بہ سال ۷۰۵ھ۔

شیخ روزبہان "سماع" کے قائل تھے۔ ان کا قول تھا: قوّالِ سماع کو حسین و جمیل ہونا چاہیے

اس لیے کہ عشق مجازی سے عشق حقیقی تک پہنچنے کی خاطر تین چیزیں مدد کرتی ہیں۔ پاکیزہ خوشبوئیں، حسین چہرہ اور فردوس گوش آوازیں۔ شیخ زندگی بھر سماع کی محافل سجاتے رہے مگر آخری عمر میں وہ ان باتوں سے مجتنب و محترز ہو گئے تھے۔ فرماتے تھے: اب ظاہری سماع سے دلچسپی کی ضرورت نہیں رہی۔ خدائے تعالیٰ کے افضال و اکرام کا سماع براہ راست میسر ہو چکا ہے۔

شیخ روزبہان ایک بڑے مصنف اور شاعر تھے۔ ان کے کلمات کی تاثیر بڑے بڑے شعرا مثلاً شیخ اجل سعدی شیرازی (م ۶۹۵ھ) اور خواجہ حافظ لسان الغیب (م ۷۹۲ھ) کے کلام میں دیکھی جا سکتی ہے۔ اور بعض شارحین نے حافظ کو شیخ روزبہان کے سلسلے سے باقاعدہ منتسب بھی کر دیا ہے۔

شیخ کی تیس یا ساٹھ بلکہ سو تصانیف بتائی جاتی رہی ہیں۔ ان میں سے مندرجہ ذیل تصانیف مطبوعہ یا مخطوطات کی شکل میں دنیا کے معروف کتب خانوں میں موجود ہیں۔ ہم نے کتابوں کو موضوع کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے اور بعض کے بارے میں مختصر سی توضیح بھی کر دی ہے:

تفسیر قرآن مجید

۱۔ لطائف البیان من تفسیر القرآن۔ مفسرین کے اقوال باسناد جمع کیے گئے ہیں مگر معانی کا رنگ عارفانہ ہے۔ ۲۔ عرائس البیان فی حقائق القرآن۔ صوفیہ اور مشائخ کے اقوال سے مستند اور خالصۃً عرفانی تفسیر ہے۔ شیخ عبدالرحمٰن سلمی نیشاپوری (م ۴۱۲ھ)، نیز ان کے داماد شیخ ابوالقاسم قشیری (م ۴۶۵ھ) اور شیخ خواجہ عبداللہ انصاری ہروی معروف بہ پیر ہرات (م ۴۸۱ھ) کی تفاسیر کے بعد اپنے زمانے تک شیخ روزبہان کی یہ تفسیر بڑی اہم ہے۔ یہ عرفانی تفسیر مطبع نولکشور میں چھپی تھی اور اب تہران میں دوبارہ چھپنے والی ہے۔

توحید

۳۔ لوامع توحید۔ ۴۔ مسالک التوحید۔

حدیث

۵۔ مکنون حدیث۔ ۶۔ حقائق الاخبار جس میں بعض احادیث رسولؐ کی شرح اور توضیح کی گئی ہے۔

فقہ

۷۔ الموشح فی المذاہب الاربعہ۔ امام ابوحنیفہ (م ۱۵۰ھ)، امام مالک (م ۱۷۹ھ)، امام شافعی (م ۲۰۴ھ)

اور امام احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ) کے فقہی اجتہادات کی روشنی میں بتایا گیا ہے کہ یہ فروعی اختلافات موجب نزاع نہیں ہو سکتے۔ اس سے شیخ کی وسیع المشربی واضح ہے۔

اصولِ دین

۸۔ کتاب العقائد۔ ۹۔ کتاب الارشاد۔ ۱۰۔ کتاب المناہج۔

اصولِ تصوّف

۱۱۔ مشرب الارواح۔ ۱۲۔ منطق الاسرار و بیان الانوار۔ ۱۳۔ عبہر العاشقین۔ ۱۴۔ شرح شطحیات۔ اس آخری کتاب میں شیخ نے مندرجہ ذیل صوفیہ کی شاطحانہ گفتگو کی شرح فرمائی ہے:

بایزید بسطامی، سیّد الطائفہ جنید بغدادی (م تقریباً ۲۹۰ھ)، ابوالحسین احمد نوری (م ۲۸۶ھ)، ابوبکر شبلی (م ۳۳۴ھ)، ابوبکر واسطی، ابوبکر کتانی، حسین بن منصور حلاج اور ابوسعید ابوالخیر (م ۴۴۰ھ)۔ اس کتاب کا ایک نمونہ آگے نقل ہو گا۔

۱۵۔ کشف الاسرار و مکاشفات الانوار۔ اسے الانوار فی کشف الاسرار بھی کہتے ہیں۔ ۱۶۔ المکنون فی حقائق الکلام۔ ۱۷۔ بیان المقامات۔ ۱۸۔ رسالۃ الانس فی روح القدس یا قدسیہ۔ ۱۹۔ سیر الارواح۔ ۲۰۔ الاغانۃ یا شرح الحجب والاستار فی مقامات اہل الانوار۔ ۲۱۔ الیواسین۔ حسین منصور کے الطواسین کے انداز میں یہ بڑی مشکل کتاب ہے۔ ۲۲۔ کتاب العرفان فی معرفۃ الانسان۔ ۲۳۔ غلطات السالکین۔ ۲۴۔ سلوۃ العاشقین یا سلوۃ القلوب۔ ۲۵۔ تحفۃ المحبین۔ ۲۶۔ منہج السالکین۔ ۲۷۔ صفوۃ شارب العشق۔ ۲۸۔ مقائیس السماع۔ ۲۹۔ دیوان المعارف (مجموعہ اشعار)۔

شیخ کی شاعری کے ذکر سے قبل ان کی عرفانی تفسیر اور شرح شطحیات کا ایک ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔ سورۂ یوسف کی آیت ۹۴ کی شرح کا ابتدائی اقتباس ملاحظہ ہو:

"ولما فصلت العیر قال ابوھم انی لاجد ریح یوسف لولا ان تفندون" شیخ نے فرمایا: (ترجمہ از عربی) جب قافلہ مصر سے چلا، قمیص پر ہوا چلی اور حضرت یعقوب علیہ السلام تک آ پہنچی۔ خوشبو آپ کے مشامِ مبارک تک آئی اور اس سے یوسف علیہ السلام کی خوشبوئے متبرک محسوس ہوئی۔ یعقوب علیہ السلام بولے: انی لاجد ریح یوسف۔ آپ ۸۰ فرسنگ سے خوشبوئے یوسف علیہ السلام سے متمتع ہو رہے تھے۔ ہر عاشق ازلی کو نفحاتِ ربانی اسی طرح محسوس و مشہود ہو جاتی ہیں۔ زمان و مکان، کوہ و میدان غرض کوئی چیز وصال ازلی کی نفحات کے

درمیان حائل نہیں ہو سکتی ..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان لربکم فی ایام دھرکم نفحات الا فتعرضوا لنفحات الرحمٰن۔ ان محبین کا حال و مقام کتنا پاکیزہ ہے کہ معادن لذات سے صفات کی خوشبوؤں سے متلذذ ہوتے اور قمیص التباس میں سے عروس قدسی کے جلوے دیکھنے لگتے ہیں۔ ان کے غایت شوق و کمال کا گویا یہ حال ہے کہ:

سلام علی تلک المعاهد انها | شریعة وردای ومهب شمال
فقد صرت اضحی من سواکن ارضها | تخلب برق او بطیف خیال ...الخ

شیخ حسین بن منصور حلاج کے "انا الحق" کے بارے میں شیخ ابو عبداللہ محمد خفیف شیرازی (م ۳۷۱ھ) کی زبانی فرماتے ہیں: "کہتے ہو کہ "انا الحق" کا کیا راز تھا؟ ..... بست جولانی نہ کرو کیونکہ توحید پسندوں کے میدان سبحانی میں مدعیانِ تجرید کو شکست ہو جاتی ہے۔ اگر یہ چاہو کہ عقل و فقہ کے مدعی تم پر غالب نہ آئیں تو شور انگیز سبحانی شراب میں سے مستانہ پئے جاؤ۔ قدر و قضا کے کاتبوں کی پروانہ کرو اور امر و نہی کے میدان میں بے باکانہ قدم رکھو ..... وہ پاک ہستی جو تاج "لولاک" کی حامل اور سب سے بڑی رازدانِ معرفت تھی۔ وہ جس کا مرکبِ تقدس حدود کائنات سے ماوراء اور وہ جو قاب قوسین کی وادی میں جانکلا، فرماتا ہے: "انا افصح العرب و العجم" اور دوسری طرف یہ بھی کہ "لا احصی ثناءک" ..... ان سب باتوں کا مقصد "تکلموا حتی تعرفوا" اور "واما بنعمة ربك فحدث" پر عمل کرنا ہے اور بس ..... الخ"[۱۸]

شاعری

عشق کی گرمیٔ ازلی نے شیخ روزبہان کی شاعری کو انگیز آمیز بنا رکھا ہے۔ ان کے اشعار زبان زد عوام و خواص اور بعد کے صوفیہ کی کتابوں میں منقول نظر آتے ہیں۔ مثلاً مندرجہ ذیل اشعار ملاحظہ ہوں:

ای ترا با ہر دلی رازی دگر | ہر گدارا بر درت نازی دگر
صد ہزاران پردہ دارد عشق دوست | میکند ہر پردہ آوازی دگر

اگر تا نیمہ شب آہی بر آرم | دماغ چرخ پر سود البوزم
بسوزم عالمی گر کار م نسازی | چہ فرمائی بسازم یا بسوزم

برخیز که عاشقاں بہ شب راز کنند | مگر در در و بام دوست پرواز کنند
ہر جا کہ دری بود بہ شب در بندند | الّا در دوست کاں بہ شب باز کنند

ای دل بہ سحر بخیز و آہی می کن | استغفاری ز ہر گناہی می کن
تا چند بہ عیب دیگراں می نگری | در توبہ ٔ خویش نگاہی می کن

بالشکر عشاق سواری چہ خوشست | با معشوقان مست بہاری چہ خوشست
در وقت معاشرت شراب و گل سرخ | با نرگس مست جوئباری چہ خوشست

شیخ کا ایک عرفانی قصیدہ مندرجہ ذیل مطلع سے شروع ہوتا ہے اور بڑا معروف ہے:

بیا تا دست ازیں عالم بداریم | بیا تا پائی دل از گل برآریم

شیخ کی ایک غزل قافیہ "م" اور "آرزوست" کی ردیف کے ساتھ ہے۔ غزل کے تیرہ اشعار میں سے ہر ایک مستقل کیفیت کا حامل ہے۔ انتخاب ذوق پر گراں گزرتا ہے اس خاطر ہم پوری غزل نقل کر رہے ہیں۔ بظاہر اسی غزل کے تتبع میں مولانائے رومی نے دو غزلیں (ایک چوبیس اور دوسری بیس اشعار پر مشتمل) لکھیں۔ اسی طرح عراقی ہمدانی، شیخ سعدی (بتصرف قافیہ) میرزا صائب تبریزی اصفہانی (م ۱۰۸۷ھ) اور علامہ اقبال کے ہاں اسی رنگ میں ایک ایک غزل موجود ہے۔ اسی غزل کو ہم حسن خاتمہ بنا رہے ہیں:

در من نگر کہ نرگس خونخوارم آرزوست | با من بگو کہ لعل گہر بارم آرزوست
سنبل ز گلستانِ تو برگیر یک زماں | کز شور عشق طرۂ طرارم آرزوست
پنہاں مکن بزیر کلہ زلف عنبریں | زیرا کہ مشک خالص تاتارم آرزوست
برگیر پردہ از رخ چوں ماہ آسماں | کاں عارض چو سیم و سمن زارم آرزوست
صد ماجرا ز درد تو دارم بیا ر گوشش | کز تاب درد، گفتن اسرارم آرزوست
خونم بسوخت چوں دل لالہ فرقتت | باز آی کاں رخان چو گلنارم آرزوست
آں قد ہمچو سرو اندر میانِ گل | در بر گرفتہ مست دگر بارم آرزوست

رخسانہ رومیانہ بیار و صلیب زلف — کز تو حدیث گبری و زنارم آرزوست

عیار وار دست بر آرم بہ کوی دوست — زیرا کہ قتل و ضرب و مردارم آرزوست

با یار کج کلاہ شراب و سماع چنگ — آشفتہ وار بر سر بازارم آرزوست

در مجلس وصال دما دم بہ وقت صبح — رطل گران ز دست تو عیارم آرزوست

در سینہ چاک کردہ و در دست جام می — افتادہ مست بر در خمارم آرزوست

مستم چو عندلیب ز درد فراق تو — بنمای رخ کہ دیدن گلزارم آرزوست ۱۵؎

حواشی :

۱؎ روزبہ یا روزبہان (خوش نصیب) لقب کے ساتھ کئی دوسرے صوفیہ بھی ہوئے ہیں مگر " روزبہان کازرونی مصری " اور " روزبہان بقلی " کو لوگ عموماً مخلوط کر دیتے ہیں ۔ اس کی وجہ ان کا ہم عصر ہونا اور ایک ہی سال ۶۰۶ھ میں وفات پانا ہے ۔

۲؎ بقالی کے پیشے کی مناسبت سے ۔ شیخ نے کئی سال تک بقل فروشی کی ہے ۳؎ قبیلہ دیالمہ کی نسبت کی بنا پر

۴؎ طبع تہران ۱۳۳۷ھ شمسی ۔ استاد ڈاکٹر محمد معین اور پروفیسر ہنری کاربن فرانسیسی نے اسے مشترکہ ایڈٹ کیا ہے ۔

۵؎ طبع تہران ۱۳۴۴ ش ۔ تصحیح کنندہ اور حواشی نگار پروفیسر ہنری کاربن ہیں ۔

۶؎ یہ کتاب ۹۰۸ھ میں سلطان حسین بن منصور بن بایقرا نے تالیف کی لیکن شہنشاہ ظہیر الدین محمد بابر (م ۹۳۷ھ / ۱۵۳۰ء) " واقعات بابری " میں لکھتا ہے کہ یہ " دروغ آمیز بے لطف کتاب " کمال الدین حسین گازرگاہی نے لکھی تھی ۔ ملاحظہ ہو " واقعات بابری " (ترجمہ فارسی عبد الرحیم خانخاناں م ۱۰۳۶ھ) ۔

۷؎ خواجہ حافظ کا خرقۂ فقر لینا عام طور پر ثابت تو نہیں ہے مگر بعض کتابوں میں یوں مرقوم ملتا ہے : شیخ محمود عطار (پیر گلرنگ) مرید عبد السلام مرید فخر الدین احمد بن شیخ روزبہان بقلی شیرازی (نیز یہ کہ فخر الدین اپنے والد سے بھی بیعت تھے) ۔ بقول صاحب " شرح سودی " ، حافظ کے مندرجہ ذیل شعر میں " پیر گلرنگ " شیخ محمود عطار کی خاطر استعمال ہوا ہے جو خواجہ کے پیر طریقت تھے :

سالہا دفتر ما در گرو صہبا بود — رونق میکدہ از درس و دعای ما بود

" پیر گلرنگ " من اندر حق ازرق پوشان — رخصت خبث نداد ارنہ حکایتہا بود

۵۷ "کشف الاسرار و عدۃ الابرار" جسے خواجہ کے ایک شاگرد رشید الدین محمد میبدی نے ان کے دروس کے مطابق ۵۲۰ھ میں ترتیب دیا۔ پروفیسر ڈاکٹر علی اصغر حکمت اور ان کے ہمکاروں نے اسے دس جلدوں میں تہران سے چھپوا دیا ہے

۵۸ الضحیٰ ۔ آیہ ۱۱

۵۹ مطلع : بنمای رخ کہ باغ و گلستانم آرزوست — بگشای لب کہ قند فراوانم آرزوست

۶۰ مطلع : ساقی و سرو دھی زلب یارم آرزوست — بدمستی ز نرگس خمارم آرزوست

۶۱ مطلع : یک لحظہ دیدن رخ جانانم آرزوست — یکدم وصال آن مہ خوبانم آرزوست

۶۲ مطلع : از جاں بروں نیامدہ جانانت آرزوست — زنار ناپریدہ و ایمانت آرزوست

۶۳ مطلع : نہ تخت جم نہ ملک سلیمانم آرزوست — راہی بخلوت دل جانانم آرزوست

۶۴ مطلع : تیر و ستان و خنجر و شمشیرم آرزوست — با من میا کہ مسلک شبیرم آرزوست

۶۵ جیسا کہ اوپر نقل کیا گیا، مولانائے روم کی اس وزن و زمین میں غزل کے مطلع کا پہلا مصرع یوں ہے:

"بنمای رخ کہ باغ و گلستانم آرزوست"

الفہرست

(تالیف: محمد بن اسحٰق ابن ندیم وراق — ترجمہ و تحشیہ: مولانا محمد اسحٰق بھٹی — نگران: مولانا محمد حنیف ندوی)

محمد بن اسحٰق ابن ندیم وراق کی یہ کتاب چوتھی صدی ہجری کے علوم و فنون اور کتب و مصنفین کی مستند تاریخ ہے اور اس موضوع سے متعلق بنیادی مآخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں یہود و نصاریٰ کی کتابوں، قرآن مجید کے علوم، ادب و انشا اور اس کے مختلف مکاتب فکر، حدیث و فقہ اور اس کے تمام مدارس فکر، صرف و نحو، منطق و فلسفہ ریاضی و حساب، شعر و شعبدہ بازی، طب اور صنعت کیمیا وغیرہ تمام علوم، ان کے علما و ماہرین اور اس سلسلہ کی تصانیف کے بارے میں اہم تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ متعدد مطبوعہ نسخے سامنے رکھ کر ترجمہ کیا گیا ہے اور فاضل مترجم نے ضروری حواشی دے کر کتاب کی افادیت میں اضافہ کر دیا ہے۔ قیمت : ۲۰ روپے

ملنے کا پتہ

سیکریٹری ادارۂ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ۔ لاہور